مولانا سید جلال الدین عمری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لوگو! حساب کا وقت قریب آچکا ہے*

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝١ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝٢ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝٣ قُلْ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۡ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٤

(الانبیاء: ۱-۴)

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آچکا ہے، لیکن وہ غفلت میں منہ موڑے پڑے ہیں۔ جو نئی نصیحت بھی ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس آتی ہے، اسے وہ کھیل کود میں لگے ہوئے سنتے ہیں۔ ان کے دلوں پر غفلت طاری ہے۔ یہ ظالم آپس میں سرگوشی کرتے ہیں کہ یہ شخص تو تم ہی جیسا ایک بشر ہے۔ پھر کیا تم اس کے جادو میں آنکھوں دیکھتے پھنس جاؤ گے۔ پیغمبر نے (اس کے جواب میں) کہا کہ میرا رب، آسمان اور زمین میں جو بات بھی ہو اس سے باخبر ہے اور وہ سننے اور جاننے والا ہے۔

* جماعت اسلامی ہند حلقہ آندھرا پردیش و اڑیسہ کا سہ روزہ اجتماع ۱۸/ تا ۲۰/ جنوری ۲۰۰۲ء وجے واڑہ میں منعقد ہوا۔ اجتماع کے مرکزی موضوع پر پہلے روز یہ کلیدی خطبہ پڑھا گیا اور کتابچے کی شکل میں اردو اور تلگو میں تقسیم ہوا۔ اب نظر ثانی اور بعض اضافوں کے ساتھ اسے کتابی صورت میں پیش کیا جارہا ہے۔

یہ سورۃ الانبیاء کی ابتدائی آیات ہیں۔ ان کا پہلا ہی فقرہ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ (لوگوں کے حساب کا وقت قریب آچکا ہے۔) چونکا دینے والا ہے۔

ہر مسلمان کا آخرت پر ضرور ایمان ہوتا ہے۔ آخرت پر ایمان اسلام کی ایک لازمی شرط ہے، اس کے بغیر آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا۔آخرت کا مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا ایک روز ختم ہوجائے گی اور ایک نئی دنیا وجود میں آئے گی۔ وہاں تمام انسان ازاوّل تا آخر اللہ کے سامنے پیش ہوں گے، ان کی پوری زندگی کا حساب کتاب ہو گا اور اسی کے مطابق وہ جزایا سزا پائیں گے ۔ وہاں کی جزا بھی ابدی ہوگی اور سزا بھی ۔ جس روز یہ دنیا ختم ہوکر دنیائے آخرت وجود میں آئے گی وہ روز، روزِ قیامت ہوگا۔

آخرت کے عقیدے کا خدا کے عقیدے سے گہرا تعلق ہے۔خدا ہے تو آخرت بھی ہے۔ آخرت کا انکار وہی کرے گا جوخدا کا انکار کرے۔ خدا کو ماننے اور آخرت کو نہ ماننے، یہ ممکن نہیں ہے۔ عقل اسے قبول نہیں کرتی۔ خدا ہے تو ایک روز ایسا ضرور آنا چاہیے، جس میں دیکھا جائے کہ کس نے خدا کو مانا اور کس نے نہیں مانا؟ جس نے خدا کو مانا، اس نے اس کی اطاعت کی یا نہیں کی ؟ جس نے اس کا انکار کیا، کیوں انکار کیا اور کیوں اسی راستے پر زندگی بھر چلتا رہا؟ پھر اسی پر بات ختم نہ ہو جائے، بلکہ زمین وآسمان کے خالق اور کون و مکان کے بادشاہ کی جس نے اطاعت و فرماں برداری کی اور اس کے لیے ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کیں، اسے انعام واکرام سے نوازا جائے اور یہ انعام اس ہستی کی طرف سے ہو اور اس کے شایان شان ہو جس کی ہدایات کی اس نے زندگی بھر پابندی کی اور جس کی نافرمانی سے وہ ہمیشہ بچتا رہا۔ اسی طرح جس نے اس کا انکار کیا اور اس کی نافرمانی میں مدت العمر لگا رہا، اس سے بازپرس ہو اور اس کے جرم کے مطابق اسے سزا ملے۔

آخرت کے عقیدے کا ہماری زندگی سے گہرا تعلق ہے اور وہ اس کے ہر پہلو پر اثر انداز ہوتا ہے۔ آخرت کا عقیدہ خدا کے عقیدہ کو پختہ کرتا اور اسے ایک زندہ حقیقت بنا دیتا ہے۔ وہ انسان کو خدا کا قرب عطا کرتا اور اس سے جوڑ تا ہے۔ یہ ایک طرف خدا سے محبت اور والہانہ تعلق کو دل میں اتارتا اور دوسری طرف خدا کا خوف وخشیت پیدا کرتا ہے۔ اس کے عذاب وثواب، اس کی رافت و رحمت اور اس کے عتاب وعقاب کے احساس کو بیدار رکھتا ہے۔ یہ اس کی معصیت کی راہ میں بڑھنے سے روکتا اور اس کی اطاعت پر گام زن رکھتا ہے۔ یہ اس کے انعامات کی طلب اور اس کی نوازشوں کی تمنا اور پیاس پیدا کرتا ہے۔ یہ اس کے عذاب سے کبھی بے خوف ہونے نہیں دیتا۔ یہ اس کی یاد سے ہر آن دل کی دنیا کو آباد رکھتا ہے۔

آخرت کا عقیدہ بے جان عقیدہ نہیں ہے۔ یہ اپنے پہلو میں زبر دست انقلابی روح رکھتا ہے۔ یہ دل و دماغ میں جاگزیں ہوتا ہے تو انسان کو یکسر بدل کر رکھ دیتا ہے۔ اس کی سیرت و کردار کو پاکیزہ رخ عطا کرتا ہے۔ وہ اسے خیر کا علَم بردار اور شر سے بر سر پیکار کرتا ہے۔ اس کے اندر نیکی اور تقویٰ کی روح پھونکتا اور بدی ومعصیت سے نفرت و دوری پیدا کرتا ہے۔ وہ دنیا پرست انسان کو آخرت کا طلب گار بنا تا ہے۔ انسان کو اللہ کے احکام کا پابند، اس کے دین پر عامل اور اس کے پرچم کا حامل بنا تا ہے۔ اس سے انسان دین کا امین ومحافظ، اس کا داعی اور علَم بردار بن کر ابھرتا ہے۔ یہ انسان کے اندر دین کی خدمت اور سر بلندی اور اس کے لیے مرنے مٹنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ اس سے انسان کو صبر و استقامت نصیب ہوتی ہے۔ ہمت و جرأت اور اخلاص کی دولت ملتی ہے، انسانوں کی بے لوث خدمت اور ایثار وقربانی کا جذبہ ابھرتا ہے۔ اس سے وہ انسان وجود میں آتا ہے، جس کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی گئی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

(المؤمنون: ۵۷-۶۲)

بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کی خشیت سے ڈرتے رہتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں لیکن ان کے دل کانپتے رہتے ہیں کہ انہیں اپنے رب کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ یہ لوگ ہیں جو نیکیوں میں تیزی دکھاتے ہیں اور سبقت کر کے ان کو پالیتے ہیں۔ ہم کسی نفس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق و انصاف کے ساتھ بولے گی اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

ذرا سوچیے! اگر کسی کو صحیح معنی میں اس بات کا پختہ یقین ہو اور اس کی رگ رگ میں یہ تصور خون بن کر دوڑ رہا ہو کہ مرنے کے بعد ایک روز اس کا احتساب ہوگا۔ ایک دو دن کا نہیں، مہینے دو مہینے کا نہیں، بلکہ جب سے وہ شعور کی حالت میں پہنچا، اس وقت سے لے کر مرتے دم تک اس کی پوری زندگی کا اور زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب ہوگا، تو وہ اس ہولناک دن کو اور اس روزِ قیامت کو کیسے فراموش کر سکتا ہے؟ اسے بھول کر کیسے زندگی گزار سکتا ہے؟ کسی کاروباری کو صرف سن گن بھی ہوجائے کہ کل انکم ٹیکس آفیسر آنے والا ہے تو وہ گھبرا جاتا ہے اور فوراً حساب کتاب درست کرنے لگتا ہے اور جو حساب اسے دکھانا ہے یا چھپانا ہے، اس کی تیاری کرتا ہے۔ اسی سے آپ سوچ سکتے ہیں کہ جس شخص کو

یہ یقین کامل ہو کہ اس کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے، وہ اس کی ہر جنبش اور ہر حرکت سے باخبر ہے، اس کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے، اس کی ہر چیز اس پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، وہ علیم و خبیر خدا آخرت میں اس کے پل پل کا حساب لے گا اور اس کے ہر چھوٹے بڑے عمل کا اس کو بدلہ دے گا، تو بتایئے اس کی زندگی غفلت میں کیسے گزرے گی؟ اس پر غفلت اسی وقت طاری ہو سکتی ہے جب کہ وہ آخرت پر یقین کی دولت سے محروم ہو۔ ہاں اس کا امکان ہے کہ ایک شخص آخرت پر ایمان و یقین کا زبان سے اقرار کرے اور دل اس یقین سے خالی ہو، وہ تو دعویِٰ آخرت کے باوجود خدا سے بے خوف ہوسکتا ہے، لیکن صحیح معنیٰ میں آخرت کا یقین جس کے دل میں جاگزیں ہو اس کے بارے میں یہ سوچا نہیں جاسکتا کہ وہ خدا اور آخرت کو فراموش کر بیٹھے گا اور معصیت سے اس کا دامن آلودہ رہے گا۔ وہ اس دنیا کی تمام ہنگامہ آرائیوں اور اپنی ساری مصروفیات کے باوجود اس دن کے خوف سے لرزہ براندام رہے گا:

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙۖ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾

(النور: ۳۷)

(اللہ کے ان گھروں میں) وہ لوگ ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی۔ وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں، جس دن کہ دل الٹ جائیں گے اور آنکھیں پتھرا جائیں گی۔

قیامت کا ایک وقت متعین ہے، اسے ٹالا نہیں جاسکتا۔ یہ زمین، آسمان اور پوری کائنات اس دن کے انتظار میں ہے۔ جو دن گزر رہا ہے وہ قیامت کو قریب سے قریب تر کر رہا ہے اور اس کی مدت کم ہوتی جارہی ہے۔ ہر روز طلوع

ہونے والا سورج بتا رہا ہے کہ اس کے آنے میں ایک روز کی کمی واقع ہو چکی ہے، لیکن حیرت ہے کہ اس کے باوجود انسان غفلت کی نیند سو رہا ہے اور جب اس کی یاد دہانی اسے کرائی جاتی ہے تو وہ اس بے نیازی سے سنتا ہے، جیسے یہ کوئی اہم بات نہیں ہے، یا ایسی خبر نہیں ہے جو قابل ذکر ہو اور اس پر توجہ دی جائے۔ اس کی طرف اس کی توجہ ہوتی اور اپنے انجام کی اسے فکر ہوتی تو غفلت کے پردے چاک ہوتے، وہ چوکنا ہوتا، پھونک پھونک کر قدم رکھتا، اللہ کے عذاب کا خوف اسے دامن گیر ہوتا اور اللہ کی رحمت کی اسے تلاش ہوتی۔ لیکن دنیا نے اسے اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے اور آخرت کا تصور نگاہوں سے اوجھل ہو گیا ہے۔ لیکن وہ وقت بڑی تیزی سے دوڑا چلا آرہا ہے اور اس کے آنے میں دیر نہیں ہے، جب اس غفلت کے نتائج اس کی آنکھوں کے سامنے ہوں گے اور وہ ان کے بھگتنے پر مجبور ہوگا۔ کاش وہ جانتا کہ وہ اس وقت کتنے خسارے میں ہوگا اور کتنی ناکامیاں اس کا مقدر ہوں گی:

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اطْمَاَنُّوْا بِهَا وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (یونس: ۷، ۸)

بے شک وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر خوش اور مطمئن ہیں اور جو ہماری آیات سے غافل اور بے خبر ہیں، ان سب کا ٹھکانا جہنم کی آگ ہے، اس کمائی کے بدلہ میں جو وہ کما رہے تھے۔

اس مضمون کی دو اور آیات سنیے:

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَ هُمْ فِي

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ہم نے ان کے اعمال کو ان کی نگاہوں میں آراستہ کر دیا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ لَهُمۡ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ وَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ هُمُ الۡاَخۡسَرُوۡنَ۝ (النمل: ۴،۵)

یہی لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے اور وہی آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ اٹھانے والے ہوں گے۔

قرآن مجید اس حقیقت کو نئے نئے اسلوب میں اور انداز بدل بدل کر سمجھاتا ہے کہ قیامت آکر رہے گی اور انسان اپنے انجام سے لازماً دوچار ہوگا۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ اس کے فیصلے کو بدل دے یا اس کے نفاذ کو روک دے۔ لیکن افسوس! نادان انسان اسے دور از کار بات سمجھ کر رد کر دیتا ہے اور اسے اس طرح دیکھتا ہے جیسے یہ سب کچھ جب اس کی طاقت میں نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کے امکان میں بھی نہیں ہے۔ کاش! وہ جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے امکان سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ وہ قادر مطلق ہے۔ وہ جو چاہے اور جب چاہے ہوسکتا ہے۔ جس قادرِ مطلق نے یہ وسیع وعریض دنیا بنائی ہے اور اس کا ایک نظام مقرر کیا ہے اس کے لیے اسے توڑ کر ایک نئی دنیا نئے قاعدوں اور ضابطوں کے تحت وجود میں لانا ناممکن کیسے ہو جائے گا؟

اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَلَمۡ يَعۡىَ بِخَلۡقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنۡ يُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ۝ (الاحقاف: ۳۳)

کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے کی وجہ سے اسے کوئی تکان نہیں لاحق ہوئی، وہ اس بات کی بھی قدرت رکھتا ہے کہ مردوں کو زندہ کرے۔ کیوں نہیں؟ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ اس حقیقت کو بتانے اور سمجھانے والا عام آدمی نہیں، خدا کا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ وہ ہستی ہے جس کی راست بازی

اور دیانت و امانت کے دوست ہی نہیں دشمن بھی معترف تھے۔ جو اپنی قوم کی بلکہ پوری انسانیت کی بھلائی کے لیے بے چین اور مضطرب رہتا تھا، جو شب و روز تڑپ رہا تھا کہ نوع انسانی کہیں خدا کے عذاب کی زد میں نہ آجائے۔ وہ اپنے جی سے نہیں، اپنے تصورات کے تحت نہیں اور اپنی روایات کے تحت نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے کہہ رہا تھا کہ قیامت آئے گی اور ضرور آئے گی۔ اسے کھیل اور تفریح نہ سمجھو۔ یہ کسی میچ کی ہار جیت کی خبر یا شیئر بازار کے اتار چڑھاؤ کی اطلاع نہیں تھی، بلکہ ایک ایسے دن کی خبر تھی جس دن انسان کے مستقبل کا فیصلہ ہوگا اور ہمیشہ کے لیے ہوگا۔ اس کے بعد یا تو نعمت بھری جنت ہوگی یا آتشِ دوزخ۔ قرآن افسوس کے ساتھ کہتا ہے کہ ایک صادق القول اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی زبان سے اتنی اہم خبر سننے کے بعد بھی ظالم اسے مذاق میں ٹال رہے ہیں، آپس میں سرگوشیاں کر رہے ہیں کہ یہ بھی تو ہم ہی جیسا ایک فرد ہے، اس میں کیا خاص بات ہے کہ ہم اسے پیغمبر مان لیں اور اس کی بات پر یقین کر لیں۔ کیا اس کے پاس دولت ہے، ثروت ہے، عہدہ و منصب ہے؟ کیا چیز ہے جو اسے سرداری اور قیادت کے قابل بناتی ہے؟ آخر یہ کیسے پیغمبر بن گیا اور حاملِ نبوت ہو گیا اور اللہ کی طرف سے بولنے لگا؟ یہ پیغمبر اور اس کی صداقت کے خلاف کوئی دلیل نہیں تھی۔ اس سے اس کی سچائی کی تردید نہیں ہوتی تھی۔ یہ اندھے جذبات تھے۔ یہ تعصب تھا، یہ روایات کی بندش تھی جو ایک صادق و امین کی مخالفت پر ابھار رہی تھی اور دنیا و آخرت میں اس کے برے نتائج کو دیکھنے نہیں دے رہی تھی۔ یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ اس کے باوجود پیغمبر کی باتیں دلوں پر جادو کی طرح اثر کر رہی تھیں اور دشمنوں کے حلقوں سے سنجیدہ افراد اور صالح نفوس ٹوٹ ٹوٹ کر آرہے تھے اور حق و صداقت کو دل و جان سے قبول کر رہے تھے۔ مخالفین اسے دیکھ کر حیران تھے۔ کہتے

تھے، یہ تو جادوگر ہے، جادو کر رہا ہے، اس سے دور رہنے ہی میں عافیت ہے۔ یہ تو کوئی دانش مندی نہیں کہ جانتے بوجھتے کسی جادوگر کے پیچھے ہم چل پڑیں۔ قرآن نے اس جہالت کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے کہا: تمہاری باتیں، تمہاری سرگوشیاں اور تمہارے منصوبے، چاہے وہ زمین و آسمان کے کسی بھی گوشے میں ہوں، اللہ تعالیٰ ان سے پوری طرح واقف ہے، وہی ان کا حساب لے گا:

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اَلَاۤ اِنَّهُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِیَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْ ۙ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

(ہود: ۴،۵)

اللہ کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ سن لو! یہ لوگ اپنے سینوں کو موڑ لیتے ہیں تاکہ اس (پیغمبر) سے چھپ جائیں۔ سن لو! جس وقت یہ کپڑوں سے خود کو ڈھک لیتے ہیں (اس وقت بھی وہ باخبر رہتا ہے)۔ وہ جو کچھ چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں اس سب سے واقف ہے۔ وہ دلوں کی باتوں کو بھی جانتا ہے۔

ایک اور مقام پر یہ بات زیادہ وضاحت کے ساتھ آئی ہے۔ ارشاد ہے:

وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ قُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَیَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ۝ وَ

وہ کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ عذاب کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ تم ان سے کہہ دو: کچھ بعید نہیں کہ تمہارے پیچھے ہی اس عذاب کا ایک حصہ آجائے جس کے لیے تم جلدی کر رہے ہو۔ اور بے شک تمہارا رب لوگوں پر فضل و احسان کرنے والا ہے، لیکن ان میں سے اکثر شکر نہیں

مَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾

(النمل: ۷۱-۷۵)

ادا کرتے۔ اور بے شک تمہارا رب یقیناً جانتا ہے جو کچھ ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے اور جو کچھ وہ اظہار کر رہے ہیں۔ اور آسمان اور زمین میں جو چیز بھی نگاہوں سے غائب ہے وہ ایک کھلی کتاب میں موجود ہے۔

قیامت آئے گی اور ضرور آئے گی۔ جب آئے گی تو یہ دنیا جس طرح زیر و زبر اور تہ وبالا ہوگی اور اس کی جگہ جو نئی دنیا وجود میں آئے گی، اس کا حال قرآن مجید کے متعدد مقامات پر بیان ہوا ہے۔ ایک جگہ فرمایا:

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ﴿۲﴾ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿۳﴾ وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿۴﴾ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ﴿۵﴾ وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿۶﴾ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ﴿۷﴾ وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ﴿۸﴾ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ﴿۹﴾ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴿۱۱﴾ وَ اِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾

(التکویر: ۱-۱۴)

جب سورج لپیٹ کر رکھ دیا جائے گا اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔ اور جب دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی اور جب جنگلی جانور اکٹھا کر دیے جائیں گے اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے اور جب نفوس ایک دوسرے سے جوڑ دیے جائیں گے اور جب اس لڑکی سے پوچھا جائے گا جسے زندہ درگور کر دیا گیا تھا کہ وہ کس گناہ میں ماری گئی اور جب اعمال نامے پھیلا دیے جائیں گے اور جب آسمان کا پردہ ہٹا دیا جائے گا اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی اور جب جنت قریب کر دی جائے گی، ہر نفس جان لے گا کہ کیا لے کر آیا ہے۔

یہ سورۂ تکویر کی ابتدائی آیات ہیں، اس کے بعد سورۂ انفطار ہے۔ اس کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴿۱﴾ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴿۲﴾ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿۳﴾ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ﴿۴﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ﴿۵﴾	جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب تارے بکھر جائیں گے اور جب سمندر ابل پڑیں گے اور قبریں الٹ دی جائیں گی، ہر شخص جان لے گا کہ کیا اس نے آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا؟ (الانفطار:۱-۵)

کتنا ہولناک نقشہ ہے یہ۔ کیا کیفیت ہوگی اس روز، جب یہ سارا نظامِ عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ زمین و آسمان زبر دست شکست و ریخت سے دوچار ہوں گے۔ سورج، چاند اور ستارے بے نور ہو جائیں گے، سیارے اپنی کشش کھو کر ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے، سمندروں میں آگ لگ جائے گی، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑنے لگیں گے، جنگل کے وحشی درندے اپنی وحشت اور درندگی بھول جائیں گے، قیمتی چوپایوں اور دودھ دینے والے جانوروں کو پوچھنے والا کوئی نہ ہوگا، قبریں اکھاڑ کر پھینک دی جائیں گی اور آدمی کی نظروں کے سامنے جنت اور دوزخ ہوگی۔ ایک طرف جنت اپنی تمام نعمتوں اور آسائشوں کے ساتھ بالکل قریب موجود ہوگی اور دوسری طرف آتش کدۂ جہنم اپنی ہولناکی کے ساتھ سامنے ہوگا۔

ہماری زمین اس وقت جن حالات سے گزرے گی، اس کا مزید کچھ ذکر سنیے:

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَ أَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۝ وَ قَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ ۝ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ ۝

(الزلزال: ۱-۸)

جب زمین ہلادی جائے گی اور جب زمین اپنے بوجھ نکال دے گی اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوگیا ہے؟ اس روز وہ اپنے تمام حالات بیان کرے گی، کیوں کہ تیرے رب نے اس کا اس کو حکم دیا ہے۔ اس روز لوگ منتشر شکل میں (قبروں سے نکل کر میدان حشر کی طرف) لوٹیں گے، تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں۔ پس جس نے ذرہ برابر بھلائی کی ہوگی اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی اس کو دیکھ لے گا۔

مطلب یہ کہ اس کرۂ زمین کو ایک زبردست زلزلہ تہ و بالا کر کے رکھ دے گا۔ زمین اپنی دولت کے خزانے اور معدنیات باہر نکال دے گی۔ زمین کے سینے پر بدکار بھی چل پھر رہے ہیں اور نیکوکار بھی ۔ سب کے لیے اس کا سینہ کھلا ہوا ہے۔ یہی نہیں، بلکہ بہت سے غلط اعمال پر وہ پردہ ڈالے ہوئے ہے۔ اس دن وہ ان سب دفینوں کو باہر کر دے گی اور صاف صاف وہ حالات بیان کرے گی جو اس پر گزرے ہیں۔ انسان کا قدم جہاں پڑا ہے، وہ خطۂ زمین بتائے گا کہ یہ قدم کس لیے اٹھے تھے، نیکی کی راہ میں یا بدی کے راستے پر؟ سارے انسان ادھر ادھر دوڑتے پھریں گے۔ ہم فکر اور ہم مزاج افراد کے گروہ بنتے چلے جائیں گے۔ ہر ایک سے چھوٹی بڑی نیکی یا بدی جو سرزد ہوئی ہے، وہ اپنے نتائج کے ساتھ سامنے ہوگی۔

قیامت کے روز انسان کی جو کیفیت ہوگی، اس کا ذکر اجمال کے ساتھ ان آیات میں آیا ہے۔ دوسرے مقامات پر اس کی تفصیل بھی ہے۔ ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝

(الحج: ۱، ۲)

لوگو! اپنے رب کے غضب سے ڈرو۔ بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی (بھیانک) چیز ہے۔ جس روز تم اسے دیکھو گے حال یہ ہوگا کہ ہر دودھ پلانے والی ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل گرادے گی۔ تم لوگوں کو بے ہوش دیکھو گے، لیکن وہ بے ہوش نہیں ہوں گے، بلکہ اللہ کا عذاب ہی سخت ہوگا۔ (جس سے یہ کیفیت ہوگی)۔

یہ آیات تمام انسانوں کو آواز دے رہی ہیں: لوگو! اللہ کا خوف اور تقویٰ اختیار کرو۔ اس سے ڈر کر چلو۔ اس لیے کہ قیامت آنے والی ہے۔ اس کا زلزلہ بڑا ہی بھیانک ہوگا۔ اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا میں چھوٹے بڑے زلزلے تو آتے ہی رہتے ہیں۔ ان کی تباہی اور بربادی سے سب ہی واقف ہیں۔ ابھی حال میں گجرات میں زلزلہ آیا۔ یہ پوری دنیا میں نہیں آیا اور نہ پورے ہندستان میں آیا، بلکہ ہندستان کے ایک گوشے میں آیا۔ اس سے جو خوف و ہراس پیدا ہوا، جو بھگدڑ مچی، جس طرح لوگ مکانات چھوڑ کر بھاگے، اس کی تفصیلات ہم نے اور آپ نے سنی ہیں۔ یہ ابھی ہمارے ذہنوں میں تازہ ہیں۔ زلزلے کے بعد بھی اتنی دہشت طاری رہی کہ لوگ اپنے ٹوٹے اور شکستہ مکانات میں جانے اور انہیں آباد کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ انہیں ہر وقت یہ خطرہ دامن گیر رہتا تھا کہ نہ معلوم کب کیا ہو جائے؟

قیامت کے زلزلے سے اس زلزلے کو کوئی نسبت نہیں ہے، ذرہ اور پہاڑ کی نسبت بھی نہیں ہے۔ اس کا حال تو یہ ہوگا کہ دودھ پلانے والی ماں بچے کو بھول جائے گی۔ بدحواسی اور خوف و دہشت کی یہ کیفیت ہوگی کہ بچہ ماں کی گود میں ہوگا اور اسے اس کی خبر نہ ہوگی، اسے یہ خیال نہ ہوگا کہ وہ دودھ پی رہا ہے یا نہیں؟ ایسی آواز ہوگی اور ایسا دھماکہ ہوگا کہ حاملہ عورتوں کے پیٹ خالی ہوجائیں گے۔ لوگ ہوش کھوبیٹھیں گے، لیکن یہ بے ہوشی کسی نشہ آور چیز کے استعمال سے نہ ہوگی، بلکہ خدا کا عذاب اتنا شدید ہوگا کہ انسان کے ہوش اڑ جائیں گے۔ ایک اور جگہ فرمایا:

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَ وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

(عبس: ۳۳-۴۲)

پھر جب وہ کان پھاڑ دینے والی آواز آئے گی ۔ اس روز انسان اپنے بھائی سے، اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور بیٹوں سے بھاگے گا۔ ہر شخص ایسی حالت میں ہوگا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔ اس وقت کچھ چہرے روشن ہوں گے، ہنستے ہوئے اور خوش و خرم ہوں گے اور کچھ چہرے وہ ہوں گے جن پر سیاہی چڑھی ہوگی۔ یہ منکر اور فاجر و بدکار ہیں۔

یہ منظر سورۂ معارج میں ان الفاظ میں بیان ہوا ہے:

اِنَّهُمْ یَرَوْنَهٗ بَعِیْدًا ﴿۶﴾ وَّ نَرٰىهُ قَرِیْبًا ﴿۷﴾ یَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴿۸﴾ وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿۹﴾ وَ لَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ

وہ اسے دور دیکھتے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔ جس روز آسمان پگھلے ہوئے تانبہ کی طرح ہوگا اور پہاڑ رنگ برنگ کے اون جیسے ہو جائیں گے۔

حَمِيۡمًا ۝۱۰ يُّبَصَّرُوۡنَهُمۡ‌ؕ يَوَدُّ الۡمُجۡرِمُ لَوۡ يَفۡتَدِىۡ مِنۡ عَذَابِ يَوۡمِئِذٍ ۢ بِبَنِيۡهِۙ ۝۱۱ وَصَاحِبَتِهٖ وَ اَخِيۡهِۙ ۝۱۲ وَفَصِيۡلَتِهِ الَّتِىۡ تُـْٔوِيۡهِۙ ۝۱۳ وَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ۙ ثُمَّ يُنۡجِيۡهِۙ ۝۱۴ كَلَّا‌ ؕ اِنَّهَا لَظٰىۙ ۝۱۵ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰىۚ ۝۱۶ تَدۡعُوۡا مَنۡ اَدۡبَرَ وَتَوَلّٰىۙ ۝۱۷ وَجَمَعَ فَاَوۡعٰى ۝۱۸

(المعارج:۱۰-۱۸)

کوئی گہرا دوست کسی گہرے دوست کو نہیں پوچھے گا، جب کہ سب دکھائے جائیں گے (اور ایک دوسرے کو خوب پہچانیں گے)۔ مجرم چاہے گا کہ آج کے دن عذاب سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کو، اپنی بیوی کو، اپنے بھائی کو اور اپنے خاندان کو، جس میں وہ رہتا تھا، فدیہ میں دیدے اور پھر خود کو بچالے۔ ہرگز نہیں، وہ تو بھڑکتی ہوئی آگ ہے جو کھال کو نکال کر رکھ دے گی، جو پکار کر بلائے گی ہر اس شخص کو جس نے (حق سے) پیٹھ پھیر لی اور چلا گیا۔ مال جمع کیا اور سینت سینت کر رکھا۔

اس دن ہر شخص کے ہاتھ میں اس کا نامۂ اعمال ہوگا، وہ ریکارڈ ہوگا جس میں اس کا ایک ایک اچھا یا برا عمل اور ہر چھوٹی بڑی نیکی اور بدی درج ہوگی۔ اللہ کے نیک اور صالح بندوں کو ان کا ریکارڈ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، بدکاروں کو ان کا ریکارڈ ان کے بائیں ہاتھ میں تھمایا جائے گا۔ کس قدر خوش قسمت ہوں گے وہ جن کے دائیں ہاتھ میں ان کا نامۂ اعمال ہوگا اور کتنے نامراد ہوں گے وہ جن کے بائیں ہاتھ میں ان کا پروانۂ عمل ہوگا۔ ذرا اس کی تصویر بھی قرآن ہی کے آئینے میں دیکھیے:

يَوۡمَئِذٍ تُعۡرَضُوۡنَ لَا تَخۡفٰى مِنۡكُمۡ خَافِيَةٌ ۝۱۸ فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيۡنِهٖ ۙ فَيَقُوۡلُ هَآؤُمُ اقۡرَءُوۡا

اس دن تم پیش کیے جاؤ گے، تمہاری کوئی بھی چھپی بات چھپی نہ رہ جائے گی۔ پھر اس روز جس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ (خوشی سے)

كِتٰبِيَهْ ۝ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۝ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۝ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝ وَ لَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۝ وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِــُٔوْنَ ۝

(الحاقۃ: ۱۸-۳۷)

کہے گا: لو! پڑھو میرا نامۂ اعمال، میں سمجھتا تھا کہ مجھے اپنے حساب کا سامنا کرنا پڑے گا (اس کے مطابق میں نے زندگی گزاری) وہ من پسند عیش میں ہوگا، اونچی جنت میں، جس کے پھلوں کے گچھے جھکے پڑ رہے ہوں گے،کہا جائے گا: کھاؤ پیو مزے سے، یہ بدلہ ہے تمہارے ان نیک اعمال کا جو تم سے گزرے ہوئے دنوں میں انجام پائے تھے۔ لیکن جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا: کاش یہ نامۂ اعمال مجھے نہ دیا جاتا اور مجھے میرے حساب کی خبر نہ ہوتی۔ اے کاش! موت ختم کر دیتی (دوبارہ زندگی نہ ملتی)۔ میرا مال کچھ کام نہ آیا، میرا اقتدار برباد ہوا۔ کہا جائے گا: اسے پکڑو اور طوق پہناؤ، پھر جہنم میں اسے ڈال دو اور ستر گز لمبی زنجیر میں اسے جکڑ دو۔ وہ اللہ عظیم پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور مسکین کو کھانا کھلانے پر کسی کو آمادہ نہ کرتا تھا۔ یہاں اس کا کوئی دوست نہ ہوگا اور سوائے زخموں کے دھوون کے کوئی کھانا نہ ملے گا۔ اسے خطا کاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا ہے۔

آخرت کی جزا و سزا کا نقشہ قرآنِ مجید کے اور بھی مقامات پر موجود ہے۔ سورۂ غاشیہ میں اس کی تصویر اس طرح کھینچی گئی ہے:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَ لَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝ وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝ وَّ نَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝ وَّ زَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝

(الغاشیۃ: ۱-۱۶)

کیا پہنچی تم تک چھاجانے والی آفت (قیامت) کی خبر؟ کتنے ہی چہرے اُس دن خوف زدہ ہوں گے، محنت کررہے ہوں گے اور خستہ حال ہوں گے اور دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔ کھولتے ہوئے چشمے سے انھیں پانی پلایا جائے گا۔ اُن کو بس خاردار جھاڑ جھنکاڑ کھانے کے لیے دیا جائے گا، جو آدمی کو موٹا کرے گا اور نہ بھوک مٹانے کے کام آئے گا، اور کتنے ہی چہرے اُس دن تروتازہ ہوں گے، اپنی کوشش پر خوش ہوں گے، اونچے باغ میں ہوں گے، اس میں کوئی لغوبات نہیں سنیں گے، اس میں بہتے چشمے ہوں گے، اس میں اونچے تخت ہوں گے اور سلیقے سے رکھے ہوئے پیالے ہوں گے اور برابر لگے ہوئے گاؤ تکیے ہوں گے اور قالین پھیلے ہوئے ہوں گے۔

انسان خود سوچ سمجھ کر اسی دنیا میں فیصلہ کرے اور اپنی راہ متعین کرے کہ وہ آخرت میں کس انجام کو پسند کررہا ہے؟ وہ اپنی روشِ حیات سے کس منزل کی طرف بڑھ رہا ہے اور اس کا کیا حشر ہونے والا ہے؟

اس وقت پوری دنیا سخت اضطراب اور بے چینی کے عالم میں ہے۔ کہیں

سکون نظر نہیں آ رہا ہے۔ دنیا کے مختلف خطوں میں جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ جنگ اور جارحیت آگ برسا رہی ہے۔حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ طاقت ور کم زور کو دبا رہا ہے اور کم زور کی فریاد سننے والا کوئی نہیں ہے۔ ہر طرف ظلم اور نا انصافی کا ننگا ناچ ہے۔ ظلم اور زیادتی افراد ہی کا نہیں، قوموں کا شیوہ بن گئی ہے۔ وہ اخلاقی قدریں، جو انسانیت کے لیے مایۂ ناز سمجھی جاتی ہیں، بری طرح پامال ہو رہی ہیں۔ محبت، اخوت، اخلاص، ہمدردی، صداقت وراستی ، امانت و دیانت اور وعدہ وفائی سے انسان کا رشتہ ٹوٹ گیا ہے۔ کہیں کوئی خوبی نظر آتی بھی ہے تو اخلاص، بے غرضی اور خیر خواہی کے جذبات سے خالی ہے۔ ریا کاری، خود غرضی، ذاتی اور قومی مفاد نے اس کا حسن چھین لیا ہے۔ رشوت، چوری، ڈکیتی، خون ریزی اور غارت گری کا بازار ہر طرف گرم ہے۔ شراب اور منشیات کا استعمال بڑھ رہا ہے۔ عریانی، فحاشی اور بے حیائی کا بازار گرم ہے اور اسے عیب نہیں سمجھا جارہا ہے، بلکہ ایک ننگی تہذیب اور ننگا کلچر ہر طرف ڈیرے ڈالے ہوئے ہے۔ یہ ساری خرابیاں بھیس بدل بدل کر اور نئے نئے عنوانات سے سامنے آرہی ہیں۔ چھوٹے افراد چھوٹی سطح پر ان میں ملوث ہیں اور بڑی شخصیتیں اونچی سطح پر ان کا ارتکاب کر رہی ہیں۔ ان خرابیوں نے افراد ہی کو نہیں، قوموں اور ملکوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ دہشت گردی اور خون خرابے کو مسائل کا حل سمجھا جا رہا ہے۔ انسان عدل و انصاف سے مایوس نظر آرہا ہے اور خوف و دہشت کے عالم میں جی رہا ہے۔ وہ ان حالات کو بدلنا چاہتا ہے، لیکن اس کی کوئی تدبیر اور علاج اس کے سامنے نہیں ہے۔

اس دنیا میں جب بھی کوئی فساد یا بگاڑ پایا گیا یا آج جو پایا جارہا ہے اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انسان بھول گیا ہے۔ وہ خود کو شترِ بے مہار اور ہر بندش سے آزاد سمجھ رہا ہے۔ وہ سوچتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہوکر سوچتا ہے

اور کوئی قدم اٹھاتا ہے تو اس سے بے خوف ہو کر اٹھا تا ہے۔ آخرت کے عقیدہ ہی میں یہ طاقت ہے کہ انسان کو خدا فراموشی کے گرداب سے نکالے اور اس کے نتائجِ بد سے محفوظ رکھے۔ آخرت کا عقیدہ اللہ سے تعلق کو جس طرح توانا اور مضبوط بناتا ہے اس کا اندازہ قرآن مجید کے اس بیان سے ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سب سے محبوب بندے اور سب سے اعلیٰ واشرف انسان (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا جارہا ہے:

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ يُطْعِمُ وَ لَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾

(الانعام: ۱۴-۱۶)

ان سے کہو: کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا ولی اور کارساز بنا لوں؟ وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، جو سب کو کھلاتا ہے اور کوئی اسے نہیں کھلاتا۔ ان سے کہو کہ مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اس کا حکم مانوں اور کہا گیا ہے کہ تم ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہوجاؤ (جو غیر اللہ کی عبادت اور اللہ کی نافرمانی کر رہے ہیں)۔ ان سے کہو کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر لگتا ہے۔ اس روز جس کسی سے یہ عذاب ٹل گیا اس پر اللہ نے رحم کیا اور یہ کھلی کامیابی ہے۔

خدا فراموش انسان کے سامنے صرف دنیا رہ جاتی ہے۔ وہ اسی کے لیے سوچتا اور تدبیریں کرتا ہے، اسی کے لیے اس کے عزائم اور منصوبے ہوتے ہیں اور اسی کے لیے اس کی ساری تگ و دو اور جد وجہد ہوتی ہے۔ اس کے لیے وہ جائز و ناجائز ہر طرح کے ذرائع کام میں لاسکتا ہے۔ ظلم و زیادتی، مکرو فریب، جھوٹ،

غلط بیانی اور رشوت کوئی بھی طریقہ اختیار کرنے میں اسے کوئی باک نہیں ہوتا۔ وہ دنیا کی خاطر بے رحم اور درندہ صفت بن سکتا ہے، اس سے چوری، ڈکیتی اور قتل و غارت گری سب کچھ ممکن ہے۔

دنیا مقصود بن جائے تو انسان خواہشات کا بندہ بن جاتا ہے۔ خواہشات اسے جس طرف لے جانا چاہتی ہیں، لے جاتی ہیں۔ وہ پیٹ کے مطالبات اور جنسی ترغیبات کے پیچھے سرپٹ دوڑنے لگتا ہے۔ اس کے لیے ہر قید و بند اسے ناگوار گزرتی ہے۔ اسی راستہ سے عریانی، بے حیائی اور فحاشی عام ہوتی ہے اور آدمی بخوشی جانوروں کی زندگی گزارنے لگتا ہے۔

آخرت کا عقیدہ ہی انسان کو دنیا میں گرفتار ہونے سے بچاسکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ یہ حقیقت دل ودماغ میں پوری طرح جاگزیں ہوجائے کہ یہاں کی زندگی بے حد مختصر، یہاں کا عیش اور سامانِ عیش محدود، یہاں کی آسائش و راحت فانی، یہاں کا ہر حسن اور یہاں کی ہر کشش وقتی اور عارضی اور بقا ودوام سے محروم ہے۔ اس کے مقابلے میں آخرت کی زندگی دائمی اور ابدی ہے، وہاں کی ہر نعمت زوال نا آشنا اور غیر فانی ہے، وہاں کی آسائشیں بے پایاں اور وہاں کا عیش وطرب لا محدود ہے، وہاں کسی قسم کی حسرت و نامرادی کا دور دور تک گزر نہیں ہے۔ وہاں ہر آرزو اور ہر خواہش کی تکمیل کا بھر پور سامان ہے۔ وہاں وہ سب کچھ ہے جسے آنکھوں نے نہیں دیکھا، کانوں نے نہیں سنا اور جس کی رعنائی اور جس کے جمال تک کسی کے طائرِ فکر کی پرواز نہ ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے۔ جب یہ عقیدہ افقِ ذہن پر ابھرے گا اور اس کی تابانی پھیلے گی، تو کوئی شک نہیں کہ خود بخود یہ دنیا حقیر معلوم ہونے لگے گی اور اس کا حسن اور کشش ختم ہوجائے گی۔ آدمی بے اختیار آخرت کی طلب میں دوڑنے لگے گا۔ اس سے بڑا نادان کون ہوگا جو یہ سب کچھ جانتے بوجھتے اس دنیائے فانی کی خاطر آخرت کی ابدی زندگی کھودے؟

قرآن مجید نے دونوں زندگیوں کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾

(آل عمران: ۱۴، ۱۵)

لوگوں کے لیے مزین کردی گئی ہے مرغوب چیزوں کی محبت۔ یعنی عورتیں، بچے، سونے اور چاندی کے ڈھیر، نشان زدہ گھوڑے، چوپائے اور کھیتی (جیسی چیزوں) کی محبت۔ یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ ہی کے پاس بہترین ٹھکانا ہے۔ ان سے کہو کیا میں بتاؤں اس سے بہتر چیز کیا ہے؟ جن لوگوں نے اللہ کا تقویٰ اختیار کیا ان کے لیے ان کے رب کے پاس ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور پاکیزہ عورتیں ہوں گی اور اللہ کی رضا حاصل ہوگی اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

قرآن مجید بار بار یاد دلاتا ہے کہ یہ دنیا بے حقیقت اور ناپائیدار ہے۔ اصل اعتبار آخرت کا ہے، اس لیے اس دنیائے فانی کی خاطر آخرت نہ برباد کی جائے، جو ابدی اور باقی رہنے والی ہے۔ فرمایا:

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾

(الشوریٰ: ۳۶)

تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ حیاتِ دنیا کا سروسامان ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ (اس سے) بہتر بھی ہے اور باقی رہنے والا بھی ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور جو اللہ پر توکل کرتے ہیں...

یہی مضمون ایک اور جگہ ان الفاظ میں بیان ہوا ہے:

مَا عِنۡدَکُمۡ یَنۡفَدُ وَ مَا عِنۡدَ اللّٰہِ بَاقٍ ؕ وَ لَنَجۡزِیَنَّ الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡۤا اَجۡرَھُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۶﴾

(النحل:۹۶)

جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ (ختم نہ ہوگا بلکہ) باقی رہے گا اور صبر کرنے والوں کو ہم ان کے بہترین اعمال کا اجر ضرور دیں گے۔

آخرت کی کامیابی 'فوز عظیم' اور وہاں کی ناکامی 'خسران مبین' ہے۔ وہ شخص بامراد ہے جو اس فوز عظیم کو پالے اور وہ انسان سخت خسارے میں ہے جو وہاں ناکام قرار پائے۔ اس کے لیے کامیابی کی تمام راہیں مسدود ہوں گی:

کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوۡنَ اُجُوۡرَکُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدۡخِلَ الۡجَنَّۃَ فَقَدۡ فَازَ ؕ وَ مَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ ﴿۱۸۵﴾

(ال عمران:۱۸۵)

ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور قیامت کے روز تمھیں پورا پورا بدلہ ملے گا۔ پھر جو آتش دوزخ سے بچالیا جائے اور جنت میں داخل کردیا جائے وہ کامیاب ہوا۔ اور یہ دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا سامان ہے۔

اس روز فلاح پانے والوں اور ناکام ہونے والوں کا ذکر ایک جگہ ان الفاظ میں آیا ہے:

وَ الۡوَزۡنُ یَوۡمَئِذِ ۣالۡحَقُّ ۚ فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۸﴾ وَ مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ بِمَا کَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا یَظۡلِمُوۡنَ ﴿۹﴾

(الاعراف:۸،۹)

وزن اس روز ٹھیک ہوگا، پھر جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پانے والے ہوں گے اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہ اپنا نقصان کرنے والے ہوں گے، اس وجہ سے کہ وہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کررہے تھے۔

یہی وہ حقیقت ہے جسے ہر دم پیش نظر رہنا چاہیے۔ اسے فراموش کرنے کے بعد آخرت کی ابدی کامیابی کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں اور صرف ناکامی ہی ناکامی رہ جاتی ہے۔

دنیا کے بگاڑ کو نت نئے قوانین کے ذریعہ ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، لیکن قانون کے ذریعے بگاڑ ختم نہیں کیا جاسکتا۔ قانون محبت، ہمدردی اور اخلاص پیدا نہیں کر سکتا۔ اس سے دل جوڑے نہیں جاسکتے۔ بہتر سے بہتر قانون انسان کے حقوق کی ایک حد تک ہی حفاظت کر سکتا ہے، اس کے آگے وہ بے بس ہو جاتا ہے۔ قانون سے عدل وانصاف کے قیام میں مدد مل سکتی ہے، لیکن اس سے ظلم و زیادتی کا بالکلیہ خاتمہ ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ انسان دنیا کے ہر قانون کو توڑنے کی تدبیر کر سکتا ہے اور اس سے نکلنے کے ہزار راستے نکال سکتا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ دنیا کے بگاڑ اور فساد کا حل سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ انسان کے اندر آخرت کا پختہ یقین موج زن رہے۔ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور اس کی اطاعت و فرماں برداری اس کے لیے لازم ہے۔ اگر اس نے یہ راہ اختیار کی تو وہ اللہ کی رحمت کا مستحق ہوگا اور اس کی نعمتوں سے نوازا جائے گا اور اگر اس نے نافرمانی کا وتیرہ اپنایا تو چاہے دنیا میں گرفت سے بچ جائے، آخرت کی جواب دہی اور پکڑ سے نہیں بچ سکتا۔ وہاں اسے لازماً اپنے کیے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ اس عقیدہ کے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں اور انسان کے رویے میں جو زبردست انقلاب آتا ہے، تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے۔ آج بھی یہ قابلِ فخر تاریخ دہرائی جاسکتی ہے۔

یہ ایک ایسی قوم کی تاریخ ہے جس میں قتل وخوں ریزی، چوری اور ڈکیتی، زنا اور بدکاری، شراب نوشی و قمار بازی جیسے جرائم عام تھے۔ خدا اور آخرت کے

خوف نے پوری طرح اس کی کایا پلٹ دی۔ وہ ان جرائم سے اس طرح تائب ہوئی کہ ان کی طرف پلٹ کر دیکھنے کی روادار نہ تھی۔ اس کے اندر جان، مال اور عزت و آبرو کا احترام پیدا ہوگیا اور دیکھتے ہی دیکھتے عفت و عصمت، امانت و دیانت اور منشیات سے احتراز جیسی خوبیوں سے اس کا دامن مالامال ہوگیا۔ جرائم کا گراف اس قدر کم ہوگیا کہ رسول خدا ﷺ اور خلفاء راشدین کے عہد میں ان کے ارتکاب کے صرف چند ایک واقعات ملتے ہیں، پورا معاشرہ ان سے محفوظ و مامون نظر آتا ہے۔ پھر یہ قوم، جو لاقانونیت کی شکار تھی اور کسی آئین کا پابند ہونا جس کے مزاج کے خلاف تھا، اس کے اندر قانون کے احترام کا ایسا جذبہ پیدا ہوا کہ اس کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔ آخرت کے عذاب سے بچنے کے لیے قانون کے سامنے خود کو پیش کرنا اور جان دے دینا اس کے لیے آسان ہوگیا۔

چشم فلک نے یہ حیرت انگیز واقعہ بھی دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہیں کہ ایک شخص (حضرت ماعز بن مالکؓ) آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور بلند آواز سے کہتا ہے: اللہ کے رسول! مجھ سے زنا جیسے جرم کا ارتکاب ہو گیا ہے، مجھے پاک کیجیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے رخ پھیر لیا۔ اس شخص نے جدھر آپؐ کا رخ تھا اسی طرف پہنچ کر اپنی بات دہرائی۔ آپ نے اس طرف سے بھی رخ پھیر لیا۔ وہ اسی طرف پہنچ گیا۔ اس طرح اس نے چار مرتبہ اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا: ہوسکتا ہے، تم نے بوسہ لیا ہو، یا آنکھ سے اشارہ کیا ہو، یا صرف دیکھا ہو اور اسے زنا سمجھ رہے ہو۔ اس نے کہا: نہیں، ایسا نہیں، بلکہ میں نے واقعتاً زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ آپ مجھے پاک کیجیے۔ آپ نے صحابہ سے پوچھا اور اس کے گھر والوں سے بھی دریافت کیا کہ یہ پاگل تو نہیں ہے؟ عرض کیا گیا کہ یہ شخص پاگل نہیں ہے۔ آپ

نے فرمایا: اس نے شراب تو نہیں پی رکھی ہے؟ ایک شخص کھڑا ہوا اور اس کے قریب جا کر منہ سونگھا۔ اس سے شراب کی بو نہیں آرہی تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہاری شادی ہوچکی ہے؟ اس نے کہا: ہاں، تو پھر آپ نے اسے رجم کا حکم دیا اور اسے رجم کیا گیا۔ (بخاری و مسلم)

روایت میں آتا ہے کہ ماعزؓ کے انتقال کے بعد کسی نے کہا کہ یہ شخص اپنی غلط حرکت کی وجہ سے ہلاک ہوا، کسی نے اس کی توبہ کی تعریف کی۔ دو تین روز تک اس واقعے کا چرچا اور اس پر اظہار خیال ہوتا رہا۔ اس کے بعد رسول خدا ﷺ صحابہؓ کی ایک مجلس میں تشریف لائے اور فرمایا: ماعز کے حق میں دعائے مغفرت کرو، اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ ایک پوری قوم کے درمیان وہ تقسیم کردی جائے تو وہ سب کے لیے کافی ہو۔

اسی طرح قبیلۂ غامد کی ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: مجھے گناہ سے پاک کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا: برا ہو تمہارا، جاؤ، اللہ سے استغفار اور توبہ کرو۔ اس نے کہا: غالباً آپ مجھے اسی طرح لوٹانا چاہتے ہیں، جس طرح ماعز کو شروع میں لوٹا دیا تھا، یا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں کسی وقت اپنے بیان سے پھر جاؤں۔ میرا تو حمل بھی ٹھہر چکا ہے۔ آپ نے فرمایا: اچھا تو جاؤ، بچہ پیدا ہونے کا انتظار کرو، ایک انصاری نے اس کی کفالت کی ذمہ داری لی۔ جب بچہ پیدا ہو گیا تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ غامدیہ کا وضعِ حمل ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم اسے رجم کر دیں اور اس کے چھوٹے بچے کو اس طرح چھوڑ دیں کہ اسے کوئی دودھ پلانے والا نہ رہے۔ ایک شخص نے کہا کہ اللہ کے رسول اس کی رضاعت کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔

ایک دوسری روایت بیان کرتی ہے کہ آپ نے اس عورت سے کہا کہ جاؤ، بچہ کی جب تک دودھ پینے کی عمر ہے، اسے دودھ پلاؤ۔ چنانچہ اس نے اس کا دودھ چھڑا دیا تو بچے کو لے آئی ــــ اور اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا ــــ اور کہا کہ اے اللہ کے نبی! بچے نے دودھ چھوڑ دیا ہے، کھانا کھانے لگا ہے۔ آپ نے اس بچے کو ایک مسلمان کے حوالے کیا اور اسے رجم کرادیا۔

اس عورت کو سنگ سار کرتے وقت حضرت خالد بن ولیدؓ کے چہرے پر خون کے چھینٹے آ گئے تو اس کے متعلق حضرت خالدؓ کی زبان سے کچھ نامناسب الفاظ نکل گئے۔ یہ سن کر آں حضرت ﷺ نے فرمایا: خالد! رک جاؤ! جلدی میں غلط بات نہ کہو، اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ظلم و زیادتی سے خراج وصول کرنے والا حاکم بھی ایسی توبہ کرے تو اس کی مغفرت ہوجائے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ کیا آپ ایک غلط کار عورت کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ آپ نے فرمایا: اس نے تو ایسی توبہ کی ہے کہ مدینہ کے ستر افراد پر وہ تقسیم ہوتو سب کے لیے کافی ہوجائے۔ اس سے بڑی توبہ کیا ہوسکتی ہے کہ اس نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کردیا۔ (مسلم)

حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوآدمیوں کی میراث (غالباً زمین) کا ایک جھگڑا پیش ہوا۔ ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ اسے یہ چیز میراث میں ملی ہے، لیکن دونوں میں سے کسی کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی۔ آپؐ نے فرمایا: ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی زبان آوری اور زور بیان سے اپنی بات ثابت کر دے، لیکن سوچ لے کہ میں جس شخص کے حق میں فیصلہ کروں اور کوئی چیز اس کے بھائی کے حصے میں سے اسے دے دوں، تو جہنم کا ٹکڑا اس کے حوالے کر رہا ہوں۔ یہ سن کر دونوں کہنے لگے: یا رسول اللہؐ! میں اپنے حق

سے دست بردار ہوتا ہوں، میرا حق میرے ساتھی کا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ایسا نہ کرو، بلکہ تم دونوں جاؤ، اسے تقسیم کرو اور حق و انصاف کا خیال رکھو، پھر قرعہ اندازی کر کے ایک ایک حصہ لے لو اور اس میں کوئی کمی بیشی رہ جائے تو اسے ایک دوسرے کے لیے حلال کردو۔ (ابوداؤد)

اس طرح کے بہت سے واقعات حدیث کی کتابوں اور اسلامی تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں، جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ آخرت کے حساب اور وہاں کی جزا و سزا کا تصور ہی انسان کے اندر قانون کے احترام کا جذبہ پیدا کرتا اور اسے اس کا پابند بناتا ہے۔ اس کے بغیر قانون زینتِ قرطاس تو بنا رہے گا، لیکن اپنے آپ کو قانون کے حوالہ کرنے اور اپنی ذات پر اسے نافذ کرنے کا جذبہ اور حوصلہ نہیں پیدا ہوگا۔ قانون کا پابند بنانے کی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کی جائے، قانون شکنی کو روکا نہیں جاسکتا۔ قانون کے ذریعے قانون کی گرفت نہ قائم ہوئی ہے اور نہ ہوسکتی ہے۔

یہی خوف وخشیت اور یہی آخرت کی پکڑ کا ڈر تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا عادل و منصف اور خدا ترس حکم راں اللہ کے خوف سے کانپتا رہتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی صحابہ کرامؓ نے اور خود حضرت عمرؓ نے جو عظیم خدمات انجام دیں ایک صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ سے ان پر اجر وثواب کی توقع ظاہر کی۔ اس پر فرمایا: ”اگر میں اللہ تعالیٰ کے ہاں برابر سرابر چھوٹ جاؤں تو بھی کافی ہے۔“ (بخاری)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک باغ میں داخل ہوئے۔ میرے اور اُن کے درمیان دیوار حائل تھی۔ میں نے سنا، باغ کے درمیان وہ تنہائی میں کہہ رہے تھے: عمر بن خطاب! تم امیر المؤمنین ہو! بہت خوب، بہت خوب! قسم خدا کی تمہیں

لازماً خدا سے ڈر کر چلنا ہوگا، ورنہ (یاد رکھو اس کے عذاب سے بچ نہیں سکو گے) وہ تمہیں ضرور عذاب دے گا۔ (مؤطا امام مالک)

آخرت کا یہ عقیدہ اپنی پوری قوت اور توانائی کے ساتھ جاگ اُٹھے تو انسان کے افکار و خیالات، جذبات و احساسات، سیرت و کردار اور اعمالِ حیات پر اس کی حکومت قائم ہو جائے گی، اس کی تابانی سے ہر گوشۂ حیات چمک اُٹھے گا، انسان کا اللہ تعالیٰ سے حقیقی تعلق پیدا ہوگا، اس کی روح کا اضطراب اور بے کلی دور ہوگی، اسے سکون اور چین کی دولت ملے گی، انسان پر انسان کی حکم رانی ختم ہوگی، ہر طرف اللہ تعالیٰ کا قانون چلے گا، اس کا احترام قائم ہوگا، قانون شکنی اور قانون کی بے حرمتی ختم ہوگی۔ انسان کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے سوچے گا اور ہزار بار سوچے گا کہ موت سر پر کھڑی ہے اور حساب کا وقت قریب ہے، مجھے بہت جلد خالق و مالکِ کائنات کے سامنے حاضر ہونا اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ اس عقیدے سے دنیا کا رُخ بدل جائے گا، وہ فتنہ و فساد اور ظلم و زیادتی سے پاک ہوگی، انسان کی تمام جائز ضروریات پوری ہوں گی، لیکن اس کے لیے کسی کی حق تلفی نہ ہوگی، چہار سو امن و امان قائم ہوگا، خیر پھیلے گا، شر مٹے گا، جرائم کی دنیا پر خزاں چھا جائے گی، نیکیوں کا موسم بہار آئے گا، اخلاق کو سربلندی عطا ہوگی، بد اخلاقی سرنگوں ہوگی اور آدمی اس کے ارتکاب سے شرمندگی محسوس کرے گا۔ یہ ایک نئی دنیا ہوگی، کتنی حسین اور کتنی تاب ناک۔ جماعت اسلامی ہند اسی کی دعوت دیتی ہے اور یہ اجتماع اِسی کی یاد دلا رہا ہے۔